عربی تفسیروں کے اردو ترجمے، تعارف وتجزیہ

مولانا اشتیاق احمد (دیوبند)

حضرت مفتی کفیل الرحمن صاحب نشاط عثمانی رحمہ اللہ اردو زبان وادب کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور بہت بڑے شاعر تھے، ان کے تین شعری مجموعے ان کی زندگی میں ہی شائع ہوکر اہلِ ذوق سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، موصوف نے پورے ترجمہ کو بڑی گہرائی سے مطالعہ فرما کر "عنوان بندی" بھی کی ہے، جس سے اس ترجمہ کی افادیت میں چار چاند لگ گئے ہیں، ترجمہ کی تکمیل کے بعد اشاعت کے موقع پر چھ اشعار میں "ہدیۂ عقیدت" بھی پیش فرمایا ہے، حضرت مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ نے اس ترجمہ پر تقریظ رقم فرمائی ہے، مترجم نے "عرضِ مترجم" کے عنوان سے سات صفحات پر مشتمل ایک دستاویزی تحریر شامل اشاعت فرمائی ہے، ان تمام خصوصیات کی وجہ سے یہ ترجمہ حافظ محمد سعید احمد عاطف مدظلہٗ کے ترجمہ سے بہتر معلوم ہوتا ہے، خود مترجم کو بھی اس کا اعتراف ہے، راقم الحروف کی سمجھ میں اب تک یہ بات نہ آسکی کہ اچھے ترجمہ کی موجودگی میں پھر الگ سے ترجمہ کی ضرورت ہی کیا رہ گئی تھی کہ جناب حافظ عاطف صاحب نے زحمت فرمائی؟

طریقِ اشاعت:......اس ترجمہ کی اشاعت کے لیے "ادارہ" نے پہلے ممبر بننے کا اعلان دیا، پھر ان ممبران کو قسطوں میں ترجمہ بھیجا گیا، دیوبند سے عربی تفسیروں کے اردو ترجموں میں چند ایک کی اشاعت کا یہی طریقہ لکھا ہوا دیکھا گیا، اور بعض وقت تاخیر وغیرہ کی معذرت بھی بعض قسطوں میں رقم نظر آئی۔

ترجمہ تفسیر طبری:......"جامع البیان فی تفسیر القرآن" جسے تفسیر طبری کہا جاتا ہے، تفاسیر میں سب سے قدیم ہے، اس کے مولف علامہ محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کی کنیت ابوجعفر ہے، طبرستان کی طرف نسبت کی وجہ سے "طبری" کہلاتے ہیں، ان کی ولادت باسعادت ۲۲۴ھ اور وفات ۳۱۰ھ بتائی جاتی ہے، "تفسیر ابن جریر" جیسی کوئی تفسیر اسلامی کتب خانوں میں نہیں ہے، امت کے ہر طبقہ میں مقبول ومتداول ہے، شاید ہی کوئی مفسر ایسا ہو، جس نے اس تفسیر سے

خوشہ چینی نہ کی ہو، اس تفسیر کو بالاتفاق ماخذ ومرجع ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اس کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(الف) احادیث اور روایات تفسیر میں بعد والی ساری تفسیروں کے لیے نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(ب) آیات کی تفسیر میں اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

(ج) صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ میں سے مفسرین کی آرا بھی نقل کی گئی ہیں۔

(د) غرائب القرآن میں خصوصی طور سے لغت وزبان، محاورات واشعار سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(ہ) متعدد مسائل میں "اجماعِ امت" کی نشان دہی کی گئی ہے۔

(و) مفسر طبری چوں کہ خود مجتہد ہیں؛ اس لیے بہت سے مسائل میں اپنی رائے اور اپنا فیصلہ بھی انھوں نے رقم فرمایا ہے، نیز دوسروں کے اقوال پر محاکمہ بھی کیا ہے، یہ بات اور ہے کہ بعض مسائل میں اپنی رائے سے بعد کی تصانیف میں رجوع بھی کرلیا ہے۔

(ز) یہ تفسیر ان کے علاوہ دوسرے علوم وفنون اور اسرار وحکم کا گنجینہ بھی ہے۔

عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اردو داں حلقہ کے لیے ناقابلِ رسائی تھی؛ اس لیے حضرت مولانا ظہور الباری اعظمی نے اس کا ترجمہ کیا اور دیوبند کے مکتبہ "بیت الحکمت" کے ذریعہ اس کی اشاعت عمل میں آئی ممبر سازی کے ذریعہ قسط وار طبع ہوکر ممبران تک وی، پی پوسٹ کے ذریعہ پہنچتی رہی، چونتیس (۳۴) پینتیس (۳۵) قسطوں میں شائع کیے جانے کا اعلان دیا گیا تھا، مگر معلوم نہیں کہ ساری قسطیں مکمل ہوئیں یا نہیں؟ تین پاروں کے چھ اجزاء مطبوع شکل میں نظر نواز ہوئے۔

ترجمہ بہت عمدہ ہے، زبان وبیان کے لحاظ سے کہیں کمی محسوس نہ ہوئی، وقت کے بہت بڑے صاحب طرز ادیب مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے ہفتہ وار "صدق جدید" میں ترجمہ کی عمدگی کا اعتراف فرمایا ہے، اس عظیم علمی تفسیری سرمایہ کے اردو زبان میں منتقل ہونے سے ان کو بہت خوشی ہورہی تھی، تبصرہ نہایت حوصلہ افزا ہے، ۱۶/شوال ۱۳۸۴ھ کے "صدق جدید" کی فائل کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات کے صدر حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی رحمہ اللہ نے بھی ماہ نامہ "برہان" دہلی میں "تفسیر ابن جریر طبری" کے اردو ترجمہ کی بڑی تعریف فرمائی ہے، ان بزرگوں کے اعتماد کے بعد ترجمہ کی خوبی سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا، اور سب سے بہتر تجربہ اپنا مطالعہ ہے؛ چوں کہ یہ ترجمہ اردو خواں حلقہ کو پیش کیا جارہا ہے؛ اس لیے ان کی رعایت میں نحو وصرف کے دقیق مسائل کا ترجمہ جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے؛ تاکہ عوام کی گرفت سے باہر نہ ہوجائے؛ البتہ قراءت اور زبان ولغت کی بحث کو تسہیل کے ساتھ ترجمہ میں پیش کیا ہے، اسی طرح شروع میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کتاب کے ابتدائی حصے (مقدمہ) کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

راقم الحروف کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ قراءت اور زبان کی بحث کو جب تسہیل کے ساتھ بیان کرنے کی شکل نکالی گئی تو پھر نحو وصرف کے مسائل کو کیوں چھوڑ دیا گیا؛ کیا ان کو تسہیل بیانی کے ذریعہ ترجمہ میں شامل کرنا ممکن نہ تھا؟ یہ طے کر لینا کہ اس کو عوام ہی پڑھے گی خواص اور درمیان کے اہل ذوق استفادہ نہیں کریں گے، محلِ نظر ہے، اس لئے ہر جزء کا سلیقہ سے ترجمہ ہونا ضروری تھا، اسی طرح "مقدمہ" کو ترجمہ سے مستثنیٰ کرنا بھی مناسب نہیں تھا، اس کو بھی تسہیل کے ساتھ ترجمہ میں شامل کیا جاتا تو بہتر تھا، خیر! پسند اپنی اپنی۔

اس تفسیر میں اچھی خاصی تعداد میں اسرائیلی روایات، بلکہ ضعیف کے ساتھ موضوع روایات بھی ہیں، ترجمہ کے ساتھ اگر ان کے درمیان صحیح اور غلط، ثابت اور غیر ثابت کی نشاندہی کر دی جاتی تو اور بھی بہتر تھا، جیسا کہ "ابن کثیر" میں مفسر نے خود یہ کام کر کے اپنا اعتماد حاصل کیا ہے، اللہ کرے! "مردے از غیب نماید وکارے بہ کند"!

غرض یہ کہ ترجمہ معیاری اور سلیقہ مند ہے، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآنی آیات کے ترجمہ کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ترجمے کو منتخب کیا گیا ہے۔

ترجمہ تفسیر کبیر:...... امام فخر الدین رازیؒ (ولادت ۵۴۴ھ وفات ۶۰۶ھ) کی تفسیر کبیر کی اہمیت سے اہلِ علم واقف ہیں، موصوف چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں، ان پر معقولات کا غلبہ تھا، تفسیر میں بھی وہی رنگ ہے، ان کی کنیت ابو عبداللہ اور نام محمد ہے، ان کے والد مرحوم ضیاء الدین عمر خطیب سے معروف تھے، وہ بھی بہت بڑے عالم اور صاحبِ تصنیف تھے، تفسیر کبیر میں مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہے، آیت پر ہونے والے امکانی سوال قائم کر کے جواب تحریر کیا گیا ہے، زبان بھی کافی عمدہ ہے، آٹھ نو سو سال کے بعد بھی مقبولیت میں ایک حرف کی کمی نہیں آئی اور نہ اس کے مماثل کوئی دوسری تفسیر تصنیف کی جاسکی ہے، فقہی مسائل میں شافعی مسلک کی ترجمانی ہوتی ہے۔

راقم الحروف کو اس کے دو نامکمل ترجمے دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں نظر آئے:

(الف) ایک ترجمہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، اسرائیلیؒ کا ہے، اس کا نام ''سراجِ منیر'' ہے۔

(ب) دوسرا ترجمہ مولانا مرزا حیرت کی سرپرستی میں شائع ہوا ہے، مترجم کا علم نہ ہو سکا۔

سراجِ منیر ترجمہ اردو تفسیر کبیر:...... جناب مولانا خلیل احمد صاحب اسرائیلی ابن جناب سراج احمد صاحبؒ کا یہ ترجمہ اپنے وقت کا فصیح ترجمہ ہے، یہ بات اور ہے کہ ایک صدی کا عرصہ گذر جانے کی وجہ سے اس میں قدامت آگئی ہے، زبان میں فارسیت کا غلبہ ہے، آیات کے ترجمے ہر سطر کے نیچے دیے گئے ہیں، ''سوال وجواب'' کو جلی خط میں اور قوسین کے درمیان لکھا گیا ہے، نیز ہر مسئلہ میں بحث کی تعداد کی ترقیم بھی کی گئی ہے، صرف پہلی جلد کے دو نسخے نظر نواز ہو سکے، جو ''تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خلت لها مَا کَسَبَتْ الخ'' تک کی تفسیر کو شامل ہیں۔

یہ ترجمہ امرت سر پنجاب کے ''مطبع شمس الاسلام'' سے شائع ہوا ہے، صفحات کی تعداد پانچ سو بتیس (۵۳۲)

ہے، اس ترجمہ کی طباعت واشاعت کے جملہ اخراجات دو شخصوں نے برداشت کیے ہیں، یہ دونوں پنجاب کے کتب خانہ اسلامیہ کے مالک ہیں، ان کے اسمائے گرامی شیخ عبدالرحمن اور ماسٹر جھنڈے خان ہیں، تاریخ طباعت ذی الحجہ ۱۷ ۱۳ھ مطابق ۱۹۰۰ء درج ہے، ہر صفحہ کا حاشیہ ''الم'' کے خوب صورت طغرے سے آراستہ ہے۔

تفسیر کبیر کا ایک اور ترجمہ:...... مولانا مرزا حیرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی وسرپرستی میں ایک ترجمہ شائع ہوا تھا، وہ بھی دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں ہے؛ مگر مکمل نہیں ہے، اس کی صرف ایک جلد نظر نواز ہوئی، صفحات کی تعداد تین سو اٹھائیس (۳۲۸) ہے، ''مطبع کرزن پریس دہلی'' کے ذریعہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا تھا، غالباً یہ سب سے قدیم ترجمہ ہے، اس پر ایک صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، کاغذ بوسیدہ، کرم خوردہ ہے، یہ نسخہ ناقابلِ استفادہ ہے؛ ہاں! اگر جدید ٹکنالوجی سے اس کے سارے صفحات الگ الگ کیے جائیں اور پھر اس کی فوٹو کاپی کرائی جائے، تو دوسروں کے لیے استفادہ ممکن ہو سکے گا۔ یہ درمیانی تقطیع پر مطبوع ہے، کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں ''ترتیبِ کتب اردو تفاسیر'' میں اس کا نمبر ۱۷۹ ہے۔

تفسیر بغوی:...... ''معالم التنزیل'' علامہ بغویؒ کی ہے، اس کو ہندوستانی علماء اپنے عرف میں ''تفسیرِ بغوی'' کہتے ہیں، علامہ بغوی مصر کے رہنے والے ہیں اور مسلکاً شافعی ہیں، ان کی کنیت ''ابومحمد'' اور نام حسین بن مسعود ہے، ۵۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی، علمِ لغت، علمِ قرأت کے علاوہ فقہ میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں، انھوں نے اپنی تفسیر میں عہدِ رسالت سے لے کر پانچویں صدی تک کے اکابرِ امت کے ارشادات سے استفادہ کیا ہے، احادیث، آثارِ صحابہ وتابعین سے یہ تفسیر بھری پڑی ہے، شانِ نزول بھی روایات کے حوالوں سے بیان فرماتے ہیں، اس تفسیر میں تفسیرِ خازن اور تفسیرِ ابن کثیر کے حوالے بھی خوب ملتے ہیں؛ البتہ روایات کے ضمن میں اسرائیلیات بھی در آئی ہیں، علامہ بغویؒ تحقیقِ لغات میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، اس تفسیر میں اس کے مظاہر ملتے ہیں، اسی طرح فقہی مسالک اور مسائل کو بھی بیان کیا ہے؛ چوں کہ مختلف قراءتوں کی وجہ سے تفسیر کے معانی ومفاہیم میں وسعت پیدا ہوتی ہے، اس لیے موصوف نے قراءت کی تفصیلات بھی خوب بیان فرمائی ہیں، لیکن یہ سب عربی زبان میں ہے، اردو خواں حلقہ کے لیے استفادہ مشکل تھا؛ اس لیے ایک بڑے عالمِ دین، زبان وادب کے شہسوار، نثر کے ساتھ نظم پر عظیم تر قدرت رکھنے والی شخصیت نے اس تفسیر کو اردو کا جامہ پہنانا شروع کیا، میری مراد ''ہدایت القرآن'' کے اولین مؤلف حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو علمی اور ادبی حلقوں میں ''کاشف الہاشمی'' سے جانے جاتے ہیں۔

ترجمہ کی زبان بہت عمدہ اور ادب کی چاشنی سے لبریز ہے، آیات اور ترجمۂ قرآن کے درمیان دو خط کھینچے ہوئے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''فارسی ترجمۂ قرآن'' کو اس میں شامل کیا گیا ہے، اس ترجمہ کے بارے میں تو کوئی کلام نہیں، یقیناً وہ معیاری ہے، اہلِ علم کے نزدیک قابلِ اعتماد ہے؛ مگر اس کی وجہ سے خالص

اردو حلقوں میں ترجمۂ قرآن اجنبی رہے گا، پہلے تو فارسی زبان کا کچھ کچھ رواج تھا، آج تو اردو داں طبقہ فارسی جانتا ہی نہیں ہے، محض علما اور مدارس کے افراد ہی اس زبان سے واقف ہیں؛ اس لیے فارسی ترجمہ کا انتخاب راقم الحروف کے نزدیک زیادہ مناسب نہیں؛ اس وجہ سے بھی کہ عربی تفسیر کو اردو میں ترجمہ کرنے کا مقصد عوام اور اردو جاننے والوں کو قرآن سے قریب کرنا ہے نہ کہ خواص اور فارسی جاننے والے علماء کو؛ بہرحال! مترجم نے ترجمۂ تفسیر بغویؒ میں اپنی پوری مہارت وصلاحیت کو بروئے کار لایا ہے، ترجمہ کے ساتھ حواشی بھی بڑھائے ہیں، تشریحات بھی کی ہیں، عناوین کا اضافہ بھی کیا ہے، جس سے ترجمہ کی افادیت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔

ایک نایاب ترجمہ:...... حضرت کاشف الہاشمیؒ سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ نے تفسیر بغوی کا اردو زبان میں ترجمہ کیا تھا، وہ محض ترجمہ نہیں تھا؛ بلکہ اس میں مضامین کی تلخیص وتسہیل بھی کی گئی تھی، اس کا نام "منحة الجليل في بيان ما في معالم التنزيل" رکھا تھا، یہ ترجمہ اہلِ علم کے درمیان بہت مقبول ہوا؛ مگر اب وہ معدوم ونایاب ہے، اس کی تاریخ ۱۳۱۵ھ بتائی جاتی ہے۔

غرض یہ کہ کاشف الہاشمی مرحوم کے ترجمہ تک ہی راقم الحروف کی رسائی ہوسکی، اس ترجمہ کے شروع میں تین صفحات پر مشتمل ناشر کی تحریر ہے، اس میں ترجمہ کی اہمیت وافادیت اور ضرورت بیان کی گئی ہے، اسی کے ساتھ ممبر بنا کر قسطوں پر اس کی اشاعت کا طریقہ بھی رقم کیا ہوا ہے، یہ طریقہ متعدد تفسیروں کے ترجمے کے لیے دیوبند کے کتب خانوں نے اپنایا تھا، اس کے بعد "عرضِ مترجم" ہے۔

حضرت کاشف الہاشمی مرحوم کے ترجمہ کے ابتدائی صفحات میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ احادیث کے ترجمہ میں سند حذف کردی گئی ہے، جب یہ ترجمہ چھپا تو اہلِ علم نے اسے خوب سراہا، اس پر تین عبقری شخصیات کی تقریظ بھی ہے؛ جنھوں نے ترجمہ کی عمدگی کو دادِ تحسین سے نوازا ہے، زبان وبیان کی سلاست وروانی اور دل نشینی کا بڑے اچھے انداز میں اعتراف کیا ہے، وہ شخصیات درج ذیل ہیں:

(الف) حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ مدیر ماہ نامہ "برہان" دہلی، وصدر شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

(ب) حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہارویؒ، سابق ایم، پی، وناظم جمعیۃ علمائے ہند۔

(ج) حضرت مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانیؒ، بانی ندوۃ المصنفین دہلی، ورکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔

تفسیر بغوی کی اشاعت دیوبند کے مکتبہ "ندوۃ الفرقان" کے ذریعہ عمل میں آئی، لیکن افسوس اس پر ہے کہ میری رسائی "صرف پہلی جلد" تک ہوسکی، وہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے یہ چھیانوے (۹۶) صفحات کا ترجمہ: فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ الخ: تک کی تفسیر کو شامل ہے، بازار میں تلاشِ بسیار کے باوجود مل نہ سکا، جب مترجم کے فرزندِ ارجمند جناب مولوی محمد سفیان صاحب سلمہ سے ربط کیا تو انھوں نے بتایا کہ اس کی ایک ہی جلد زیور

طباعت سے آراستہ ہوسکی تھی، بقیہ ترجمہ شائع نہ ہوسکا اور نہ ہی اس کا مسودہ دریافت ہوسکا ہے۔

ضرورت ہے کہ کوئی صاحبِ قلم، اہلِ علم اس طرف متوجہ ہو اور اس ترجمہ کو ایک نہج متعین کر کے پایۂ تکمیل تک پہنچائے، وباللہ التوفیق!

تفسیر ابن کثیر:......حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۰ھ تا ۷۷۴ھ) کی "تفسیر القرآن الکریم" اہلِ علم کے نزدیک سب سے قابلِ اعتماد تفسیر ہے، اس کو عرف میں لوگ تفسیر ابن کثیر ہی کہتے ہیں، ان کا نام اسماعیل، کنیت ابوالفداء اور لقب عماد الدین ہے، تفسیر، حدیث، تاریخ میں اہلِ علم ان پر اعتماد کرتے ہیں، اساطین علمائے امت نے ان کی علمی قدر و منزلت کا کھل کر اعتراف کیا ہے اور تصانیف کو بڑے اونچے الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے، موصوف کی زندگی میں ہی چہار دانگِ عالم میں تصانیف پہنچ چکی تھیں، قرآنِ پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ سیوطیؒ نے فرمایا: لَمْ يُؤَلَّف على نَمَطِهٖ مثلُهٗ (اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی) اور یہ واقعہ ہے کہ آج بھی اسلامی کتب خانہ میں کوئی تفسیر ایسی نہیں ملتی، جو حافظ ابن کثیر کی تفسیر کا مقابلہ کر سکے اور محدث کوثریؒ نے فرمایا: هُوَ مِنْ أَفْيَدِ كُتُبِ التَّفْسِيْرِ بالرواية (یعنی تفسیر ابن کثیر، تفسیر بالروایہ میں سب سے زیادہ مفید کتاب ہے)

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "مصنف اس کتاب میں سب سے پہلے "تفسیر القرآن بالقرآن" کے اصول پر ایک آیت کی تفسیر، اُس مضمون کی دوسری آیات کی روشنی میں کرتے ہیں، پھر محدثین کی مشہور کتابوں سے اس کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں، ان کو نقل کر کے ان کی اسانید و رجال پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اس کے بعد آثارِ صحابہؓ و تابعین کو لاتے ہیں۔
>
> حافظ ابن کثیرؒ کا یہ سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے کہ انھوں نے تفسیر اور تاریخ سے اسرائیلیات کو بہت کچھ چھانٹ کر علاحدہ کر دیا ہے اور سچ یہ ہے کہ اس اہم کام کے لیے ان جیسے بالغ نظر محدث ہی کی ضرورت تھی، یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اگر ان کی علمی خدمات میں صرف یہی ایک خدمت ہوتی، تب بھی وہ اُن کے فخر کے لیے کافی تھی......الحمدللہ! یہ کتاب متداول ہے اور بارہا طبع ہو چکی ہے۔"
>
> (از مقالہ: درابتدائے ترجمہ تفسیر ابن کثیر ص ۹)

ترجمہ کے شروع میں مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ کا نو صفحات پر مشتمل ایک مقالہ شاملِ اشاعت ہے، یہ نہایت ہی محقق و مدلل ہے، اس کی تیاری میں تراجم و رجال کی ایک درجن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ہر ہر بات کی تحقیق میں بڑی عرق ریزی کی گئی ہے، اہلِ علم کے لیے بہت مفید ہے۔

تفسیر ابن کثیر کے اردو ترجمے:......تفسیر ابن کثیر کے دو اردو ترجموں تک راقم الحروف کی رسائی ہوسکی ہے:

الف) ایک ترجمہ ''اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی'' نے شائع کیا ہے، یہ ترجمہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، جناب اعتقاد حسین صدیقی نے عرض ناشر میں یہ وضاحت کی ہے کہ ''یہ ترجمہ بار بار لیتھو پر چھپتا رہا؛ مگر طباعت کے صاف نہ ہونے کی وجہ سے قارئین کو ناپسند تھا، میں نے ''نور محمد کارخانۂ تجارت کراچی'' کے نسخہ سے فوٹو لے کر اس کتاب کو آفسیٹ پر چھاپا ہے؛ تا کہ قارئین کے نزدیک یہ طباعت شرف مقبولیت حاصل کر سکے'' (تلخیص: ص ۲)

اس ترجمہ میں کتابت ہاتھ کی ہے اور اچھی ہے، اس نسخہ میں قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ کے درمیان لکیریں کھینچی ہوئی ہیں، ''ترجمۂ قرآن'' جناب مولانا محمد جونا گڑھی'' کا ہے جو مسلکاً اہل حدیث ہیں؛ البتہ یہ عقدہ میرے لیے اب تک لاینحل ہے کہ تفسیر کے مترجم کون ہیں؟ بعض لوگوں نے حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کو مترجم سمجھ لیا ہے؛ حالاں کہ اس ترجمہ کی پہلی جلد کے شروع میں صرف ان کا ایک مقالہ ہے، جس کے شروع میں مقالہ نگار کی حیثیت سے نام بھی لکھا ہوا ہے، ترجمہ کو پڑھ کر مجھ ناچیز کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ یہ ترجمہ مولانا نعمانیؒ کا نہیں ہو سکتا، مثلاً (ج ۱ ص ۲ ۱۳ پر) ''والنجم والشجر الخ'' میں نجم کا ترجمہ ''ستارہ'' کیا ہے؛ حالاں کہ محققین کے نزدیک اس جگہ ''نجم'' کا ترجمہ ''بے تنا درخت'' ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کے ترجمۂ قرآن میں بھی ہے، تفصیل کا موقع نہیں؛ اس لیے ایک ہی مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے، بعض لوگوں نے مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ سمجھا ہے، اس کی بھی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے؛ اس لیے مترجم کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اس ترجمہ کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا مشورہ دینا سمجھ میں نہیں آتا؛ البتہ زبان و بیان کا پیرایہ ٹھیک ہے۔

اس ترجمہ میں ہر جلد کے شروع میں مضامین کی مفصل فہرست دی گئی ہے، جس سے اپنے مقصد کے مضامین کا مطالعہ آسان ہو گیا ہے، ہر صفحہ میں دو کالم بنائے گئے ہیں؛ تا کہ اردو قارئین کو زحمت نہ ہو، ہندو پاک میں یہ ترجمہ بھی اصل کی طرح متداول ہے؛ لیکن کسی اہلِ علم نے اس پر اعتماد کا اظہار کیا ہو، اس کا حوالہ راقم الحروف کے پاس نہیں ہے۔

(ب) تفسیر ابن کثیر کا دوسرا ترجمہ دیوبند کے ''مکتبہ فیض القرآن'' نے پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے، یہ ترجمہ مشہور و معروف عالمِ دین و انشا پرداز حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند کا ہے، یہ ترجمہ اپنی گوناگوں خصوصیت کی وجہ سے پہلے ترجمہ کی بہ نسبت بہتر اور قابلِ اعتماد ہے، حضرت مولانا مرحوم نے اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں، ظاہر ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ شافعی مسلک کے ہیں، انھوں نے تفسیر میں مسائل و دلائل اپنے مسلک کے مطابق لکھے ہیں؛ ان مقامات پر حنفی قاری کا تشویش میں مبتلا ہو جانا بدیہی تھا؛ اس لیے مولانا کشمیری مرحوم نے ان سارے مقامات پر عمدہ حواشی تحریر فرمائے، مزید علوم و معارف سے حواشی کا دامن لبریز ہے، اس ترجمہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آیات کا ترجمہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا ہے، جس کی صحت پر اردو زبان و ادب کے ساتھ قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والے سارے علمائے کرام کا اتفاق ہے، اسی طرح ''تفسیر تھانویؒ''

کے عنوان کے تحت مولانا کشمیری مرحوم نے ''بیان القرآن'' کے مضامین کا اختصار پیش فرمایا ہے۔

پہلے یہ ترجمہ بھی ہاتھ کی کتابت اور لیتھو کی طباعت سے مزین تھا، اب مزید عمدگی پیدا کرنے کے لیے کمپیوٹر کے ذریعہ کتابت کرائی گئی ہے اور طباعت آفسیٹ کی ہے (عرض ناشر) مولانا کشمیری مرحوم نے کئی عربی تفسیروں کے اردو ترجمے شروع کیے تھے؛ مگر یہی ایک ترجمہ ایسا ہے جو مکمل ہوسکا، بقیہ سارے ترجمے ادھورے ہی رہ گئے؛ یہاں تک کہ مرحوم راہیِ ملکِ عدم ہوگئے، اللہ تعالیٰ بال بال ان کی مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں! (آمین)

تفسیر جلالین:...... پانچ صدی سے یہ تفسیر امت میں متداول ومقبول ہے، یہ تفسیر نہیں؛ بلکہ قرآن پاک کا ''عربی ترجمہ'' ہے، اس میں تفسیری کلمات قرآنِ پاک کے الفاظ کے برابر ہیں، کہیں کہیں چند الفاظ یا جملے زائد ہیں، اس تفسیر کو پڑھنے پڑھانے اور استفادہ کرنے والے جانتے ہیں کہ شروع سے ''سورۂ مدثر'' تک ایسا ہی ہے، اس کے بعد تفسیر کے الفاظ آیات سے کچھ زائد ہیں۔

علامہ سیوطیؒ (۸۴۹ھ تا ۹۱۱ھ) اور علامہ محلی (۷۹۱ھ تا ۸۶۴ھ) دونوں کا لقب؛ چوں کہ جلال الدین ہے؛ اس لیے ان کی تفسیر، ''تفسیر الجلالین'' سے موسوم ہوئی، علامہ سیوطیؒ کا نام عبدالرحمان ہے، ان کو دولاکھ احادیث یاد تھیں، متعدد فنون پردست رس حاصل تھی، ''الاتقان فی علوم القرآن، لباب النقول فی أسباب النزول'' وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں، یہ علامہ محلیؒ کے شاگرد ہیں، جن کا نام محمد بن احمد بن محمد ہے، ان کی مشہور تصانیف میں سرفہرست ''جمع الجوامع'' ہے، علامہ محلیؒ نے ''سورۂ کہف'' سے اخیر قرآن تک کی تفسیر لکھی اور شروع سے ''سورۂ فاتحہ'' کی تفسیر لکھی تھی کہ فرشتۂ اجل آدھمکا، بالآخر علامہ سیوطیؒ نے اپنے استاذِ محترم کے نہج کو باقی رکھتے ہوئے ہی، تفسیر پوری کی، کوئی عالم محض مطالعہ کی بنیاد پر دونوں کے درمیان خطِ امتیاز نہیں کھینچ سکتا، دونوں شخصیتوں کے سامنے خصوصیت کے ساتھ شیخ موفق الدینؒ کی دو تفسیریں رہی ہیں، ایک کا نام ''تفسیر کبیر'' ہے، جسے اہلِ علم ''تبصرہ'' کے نام سے جانتے ہیں اور دوسرے کا نام ''تفسیر صغیر'' ہے، جسے ''تلخیص'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ان کے علاوہ تفسیر وجیز، بیضاوی اور ابن کثیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

جلالین کی اردو شروحات:...... راقم الحروف کے علم واطلاع میں اردو زبان میں اس کے تین ترجمے اور شرحیں ہیں:

(الف) کمالین (ب) فیض الامامین (ج) جمالین۔

کمالین شرح اردو جلالین:...... ''کمالین'' نام کی جلالین کی ایک شرح عربی زبان میں بھی ہے، اس کی زیارت حیدرآباد کے ''سالار جنگ میوزیم'' میں ہوئی، شیشے کے اوپر سے ہی کھلے ہوئے ورق کو دیکھ سکا، یہ شرح اردو زبان میں ہے، اس کے ''تیس اجزاء'' ہیں، ہر پارے کو الگ جزء میں لکھا گیا ہے، سولہ، سترہ اور اٹھارہ ویں پارے

کا ترجمہ اور اس کی تشریح حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، بقیہ سارے اجزاء حضرت مولانا محمد نعیم صاحبؒ استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند نے لکھے ہیں، یہ شرح مدارس کے طلبہ کے درمیان متعارف ہے، اس کی اشاعت ''مکتبہ تھانوی دیوبند'' کے توسط سے عمل میں آئی ہے، حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دارالعلوم کے قدیم اساتذہ میں سے تھے، ان کی بھی متعدد علمی تصانیف ہیں، جو اہلِ علم سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

زبان و بیان کے لحاظ سے کسی طرح کی کمی نہیں ہے، جلالین کے حل کرنے اور اردو سے سمجھنے والے علماء وطلبہ کے لیے معاون ہے، طباعت بہت عمدہ نہیں ہے، اب تک قدیم پلیٹوں پر ہی چھاپی جا رہی ہے۔

راقم الحروف کو دارالعلوم حیدر آباد میں چھ سال مسلسل جلالین شریف پڑھانے کا موقع نصیب ہوا اور الحمدللہ یکے بعد دیگرے دونوں حصوں کے پڑھانے کی توفیق ملی، اس دوران تین مشکل مقامات پر ''کمالین'' کو دیکھنے کی نوبت آئی، ان میں سے دو مقام پر عبارت کا ترجمہ بھی نظر نہیں آیا اور ایک مقام پر ترجمہ تو تھا؛ مگر قاری کی مشکل حل ہوتی ہوئی نظر نہ آئی، اس کے بعد اور اس سے پہلے اس کو دیکھنے کا موقع میسر نہ آیا، بعض ایسی شروحات جو محض تجارتی نقطۂ نظر سے بعض تجار لکھواتے ہیں، ان میں لکھنے والوں کو بعض جگہوں پر جلدی کی وجہ سے تحقیق کا موقع نہیں ملتا اور ویسے ہی مسودہ کاتب کے پاس چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرمائیں! غرض یہ کہ ''کمالین شرح جلالین'' بھی ان شرحوں میں سے ہے، جن کو کسی بالغ نظر عالم کی تحقیق کے بعد ہی اعتبار حاصل ہو سکتا ہے۔

فیض الامامین شرح اردو تفسیر الجلالین:...... جلالین کی مقبولیت اور اس کے درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہونے کی وجہ سے متعدد علماء نے اردو زبان میں اس کی شرح لکھی ہے، ان میں ایک اور عظیم شخصیت ہیں، جنھوں نے بخاری، مسلم اور دیگر عربی درسی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں، ان کے نوٹس شائع کیے ہیں، میری مراد مظاہر علوم سہارن پور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عثمان غنی ہیں، ان کا قلم بہت عمدہ ہے، طلبۂ کرام کے نزدیک ان کی شرحیں پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں، موصوف نے جلالین کی اردو شرح ''فیض الامامین'' کے نام سے تحریر فرمائی، یہ چھ جلدوں میں ہے، مکتبہ فیض القرآن دیوبند سے چھپی ہے، دیوبند اور سہارن پور کے تجارتی کتب خانوں میں دست یاب ہے، موصوف نے ایک بار خود سنایا تھا کہ میں جس کتاب کو بھی پڑھاتا ہوں، اس کی شرح لکھ ڈالتا ہوں، بعض کتب خانہ والوں نے میری شرح کو دوسرے کے نام سے بھی چھاپ دیا ہے، ایسا ہی اتفاق ایک بار بنگلہ دیش میں ہوا، ایک کتاب میں نے دیکھی، مجھے اچھی لگی؛ لیکن پڑھنے کے بعد میری اپنی تحریر محسوس ہوئی تو میں نے غور سے دیکھا تو حواشی پر میرے نام کے مختصرات (ع، غ چلملی) لکھے ہوئے تھے، چلمل میرا وطن ہے، بہار کے بیگوسرائے ضلع میں ہے، تب مجھے نام بدل کر چھاپنے والوں پر بہت افسوس اور تعجب ہوا، غرض یہ کہ ''فیض الامامین'' میں کتاب کو اچھی طرح حل کیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

جمالین شرح اردو جلالین:...... ''جمالین'' حضرت الاستاذ مولانا محمد جمال ابن حکیم شیخ سعدی صاحب بلند شہری دامت برکاتہم (ولادت ۱۹۳۸ء) استاذ فقہ وتفسیر دار العلوم دیوبند کی ہے، یہ میرٹھ کے رہنے والے ہیں، ابتدائی تعلیم کورانہ ضلع بلند شہر اور مفتاح العلوم جلال آباد میں حاصل کی، پنجم عربی سے دار العلوم دیوبند میں پڑھا، مولانا مدنیؒ اور علامہ بلیاویؒ سے کسب فیض کیا، ۵۶-۱۹۵۵ء میں فراغت ہوئی، طب کے ساتھ فنون کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۸۶ء میں وسطیٰ (ب) میں تقرر ہوا، اس لحاظ سے دار العلوم دیوبند میں پچیس سال سے استاذ ہیں، موصوف کی متعدد شرحیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، ہدایہ، حسامی اور مقاماتِ حریری کی شرحیں طبع ہوکر قبولِ عام حاصل کر چکی ہیں، تقریباً سترہ (۱۷) سال سے جلالین شریف کا درس دے رہے ہیں، ''قرۃ العینین'' کے نام سے جلالین کا اردو ترجمہ فرمایا، اس کے بعد اپنے درسی افادات کو خود سے مرتب فرما کر ''جمالین'' کے نام سے ''مکتبۂ جمال'' سے شائع فرمایا ہے، پاکستان میں یہ کتاب ''زمزم پبلشرز، کراچی'' سے شائع ہوئی ہے۔ چھ جلدوں میں پوری تفسیر کا احاطہ کیا گیا ہے؛ چوں کہ علامہ محلیؒ نے بعد کے پاروں کی تفسیر پہلے فرمائی تھی، اس لیے آپ نے بھی پہلے اخیر کی تین جلدیں شائع کیں، شروع کی تین جلدوں کی تصنیف، کتابت، طباعت اور اشاعت بعد میں عمل میں آئی ہیں۔

شروع میں فہرستِ مضامین مفصل ہے، یہ شرح جملہ شروحات میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے، یہ طلبہ کی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے؛ اس لیے مشکل مفردات کی لغوی وصرفی تحقیق کے ساتھ مشکل جملوں کی ترکیب بھی کی گئی ہے، علامہ سیوطیؒ اور محلیؒ کے تفسیری الفاظ وتعبیرات کے مقاصد اور فوائدِ قیود کو اچھی طرح واضح کیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ کہاں محض لغوی ترجمہ بتانا مقصد ہے؟ کہاں ابہام کی وضاحت ہے؟ کہاں اجمال کی تفصیل ہے؟ کہاں معنی مرادی کی تعیین کا ارادہ ہے؟ اور کہاں بیانِ مذہب ہے؟ کہاں ترکیبِ نحوی، قرأت اور تعلیل بتانا مقصد ہے؟ غرض یہ کہ عبارت کے حل کرنے میں کوئی دقیقہ چھوڑا نہیں گیا ہے، جہاں فقہی مسائل ودلائل بیان کیے ہیں، ان مقامات پر شارح نے حنفی نقطۂ نظر کو بھی دلائل سے واضح فرمایا ہے، ''ارض القرآن'' کے نقشوں کو بھی افادہ کے لیے شاملِ اشاعت کیا گیا ہے، اکابر علماء نے اس شرح کو خوب سراہا ہے، دار العلوم دیوبند کے استاذ حدیث، حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوری دامت برکاتہم نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی ہے، صفحہ نمبر بارہ (۱۲) تا اکیس (۲۱) شارح نے تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا ہے، اس میں شیخین کا تعارف، وحی کی ضرورت واہمیت، اقسام، مکی، مدنی سورتوں کی تعریف، نزولِ قرآن اور حفاظتِ قرآن کی تاریخ بیان کی ہے، قرآنِ پاک سے متعلق اعداد وشمار مثلاً سورۃ، رکوع، آیات، مکی، مدنی، بصری، شامی آیات اور کلماتِ قرآنی کی تعداد تحریر فرمائی ہے، ساتھ ہی تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی تعریفات بھی لکھی ہیں، یعنی تفسیر پڑھنے والے ابتدائی طالب علموں کو جتنی معلومات ضروری ہیں، اُن کو تفصیل سے جمع فرمادیا ہے، تفسیر وتشریح کا انداز بہتر ہے، ہر بات کو نئے عنوان کے تحت لکھا ہے، آیات اور ان کے ترجمے پر خط کھینچ

دیا ہے؛ غرض یہ کہ جلالین کی شرح میں جتنی جمال آفرینی موصوف سے ممکن تھی سب بروئے کار لائی گئی ہے۔

تفسیر بیضاوی:......درس نظامی میں جلالین کی طرح ''بیضاوی'' بھی ہمیشہ سے مقبول رہی ہے، مشکوۃ المصابیح کے ساتھ اس کا ابتدائی حصہ اب بھی مدارس میں نصاب کا جزء ہے اور دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف کے بعد ''تکمیل تفسیر'' میں بیضاوی کا ایک معتدبہ حصہ پڑھایا جاتا ہے، امام فخر الدین رازیؒ کی تفسیر کے بعد مشکل تفسیروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس میں نحو، صرف، کلام اور قراءت وغیرہ کے مباحث کو بھی بیان کرتے ہیں؛ اس لیے اس کے لیے اردو شرح کی ضرورت ایک مسلم بدیہی حقیقت ہوگئی۔

اس تفسیر کا مکمل ترجمہ اردو زبان میں ہوا ہو، اس کا علم تو مجھے نہیں؛ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جتنا حصہ داخلِ نصاب رہا ہے؛ اس کی مختلف اوقات میں مختلف انداز کی شرحیں شائع ہوئی ہیں، میرے علم میں اس کی دو شرحیں ہیں:

(الف) التقریر الحاوي في حل تفسیر البیضاوي۔

(ب) تقریر شاہی...... یہ دونوں مستقل شرحیں نہیں ہیں، بلکہ درسی افادات ہیں۔

التقریر الحاوی:...... یہ حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے درسی افادات ہیں، مکتبہ فخریہ دیوبند نے اسے شائع کیا ہے، اس کی تین جلدوں کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوسکا ہے، مرتب کی حیثیت سے پہلی اور دوسری جلد پر دو نام ہیں:

(الف) مولانا شکیل احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ محمودیہ سروٹ، مظفر نگر (یوپی)

(ب) مولانا جمیل احمد سہارن پوری۔

اور تیسری جلد پر صرف پہلا نام ہے، پہلی جلد کے ابتدائی دس صفحات میں ''مقدمہ'' ہے، اس کے بعد اصل شرح شروع ہوتی ہے، پہلے عبارت، پھر ترجمہ اس کے بعد تشریح ہے، تیسری جلد ''ھُو الذی خلق لکم مافي الأرض جمیعاً'' الخ تک کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے، اس پر حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمیؒ کا ''پیش لفظ'' بھی ہے، اس میں شرح کی خوبیوں پر گفتگو کی گئی ہے، زبان وبیان کے لحاظ سے بھی کوئی سقم نظر نہ آیا، اس میں انھیں افادات کو شائع کیا گیا ہے جو حضرت مولانا شکیل احمد صاحب سیتاپوری مدظلہ نے دورانِ درس ضبطِ تحریر میں لائے تھے۔ (مقالاتِ حبیب: ۱/۸۰)

تقریر شاہی:......حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درسی افادات کو اس میں جمع کیا گیا ہے، یہ صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، اس کی زیارت ۱۹۹۳ء یا ۱۹۹۴ء میں مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جون پور (یوپی) میں ہوئی تھی، دیوبند میں اسے نہیں دیکھ سکا، تجارتی کتب خانوں میں نایاب ہے۔

ترجمہ تفسیر مدارک:...... ''مدارک التنزیل'' علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی کی تفسیر ہے، یہ تفسیر نہایت عمدہ

ہے، جامعیت اور پیرایۂ بیان کی دلکشی میں منفرد ہے، اس میں گمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ کی بھی بھرپور تردید کی گئی ہے، تفسیر ابن کثیر کی طرح اسرائیلیات سے بالکل پاک ہے، اہلِ علم نے ہمیشہ اسے پذیرائی بخشی ہے، پہلے ہندو پاک کے مدارس میں داخلِ نصاب تھی، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس میں فقہی مسائل و دلائل حنفی نقطۂ نظر سے بیان ہوئے ہیں، تفسیر اور علمِ تفسیر سے بے اعتنائی کے دور میں جس طرح دوسری تفسیریں بے توجہی کا شکار ہوئی ہیں، اسی طرح یہ تفسیر بھی ہوئی، فالی اللہ المشتکی!

مذکورہ بالا خصوصیات کی وجہ سے حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ نے اس کا ترجمہ شروع فرمایا اور بڑے ہی آب وتاب سے دیوبند کے ''ادارہ فکرِ اسلامی'' کے ذریعہ اس کی اشاعت عمل میں آئی، ترجمہ کا اسلوب نہایت عمدہ اور زبان شیریں ہے، قاری کو ترجمہ پن کا بالکل احساس نہیں ہوتا، ''فٹ نوٹ'' میں بڑی مفید باتیں بیان کی گئی ہیں، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں امام جصاص اور ابن العربی رحمہا اللہ کی ''احکام القرآن'' سے مترجم نے جزوی احکام و مسائل بیان فرمائے ہیں، اس طرح ہر رکوع کے بعد ''قرآن کا پیغام'' کے عنوان کے تحت تفسیر کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے، آیات اور ترجمہ میں خط کھینچ کر فصل پیدا کر دیا گیا ہے، اہلِ علم کے نزدیک کتابتِ ترجمہ کا یہ طرز بہتر ہے، ترجمہ میں حضرت تھانویؒ کے ترجمہ کو منتخب فرمایا ہے۔

مترجم مرحوم (۱۳۴۷ھ تا ۱۴۲۹ھ) برصغیر کے عظیم ترین باپ کے عظیم سپوت تھے، عربی زبان وادب پر صدر جمہوریہ ایوارڈ یافتہ تھے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی تھے، دو درجن علمی، ادبی اور مذہبی کتابیں تصنیف فرمائیں، مرحوم کو عربی تفاسیر کے اردو ترجمہ کی طباعت واشاعت کے ساتھ ترجمہ نگاری سے بڑی دلچسپی تھی، اس کو عمدہ سے عمدہ بنانے کی ہر ممکن کوشش فرماتے تھے، ابن کثیر، مدارک، جلالین اور مظہری کے ترجمے کیے؛ لیکن اتفاق سے اوّل الذکر کے علاوہ کوئی ترجمہ مکمل نہ ہوسکا، جلالین کا ترجمہ مکمل ہوا؛ مگر اس کے صرف تین پاروں کا ترجمہ اور اس کی شرح مرحوم و مغفور نے فرمائی تھی (یعنی سولہ، سترہ، اٹھارہ) بقیہ کی توفیق حضرت مولانا محمد نعیم صاحبؒ استاذِ تفسیر دار العلوم دیوبند کے نصیبے میں آئی۔ مرحوم عصری دانش گاہوں کے فیض یافتہ بھی تھے، زبان وقلم دونوں کے بے نظیر شہسوار تھے، انھوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے، اللہ تعالیٰ ان سب کو قبول فرما کر مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں!

جب تفسیر مدارک کا ترجمہ چھپا تو مکہ مکرمہ سے نکلنے والے اخبار ''رابطۃ العالم الاسلامی'' میں اس کی خوش خبری شائع ہوئی، یہ جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ کی بات ہے (ترجمہ مدارک ص۹۶) ہندوستان میں بھی متعدد رسالوں نے اس پر تبصرے لکھے اور مترجم وناشر کو دادِ تحسین سے نوازا، مثلاً: حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ نے ''الجمعیۃ'' دہلی میں ۸ رستمبر ۱۹۶۳ء کو عمدہ تبصرہ لکھا اور مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصرؔ نے رسالہ دار العلوم دیوبند کے نومبر ۱۹۶۳ء کے شمارے

میں اس اقدام کو نہایت بہتر بتایا۔

میں نے اس کے دو حصے دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں دیکھے، دونوں حصے چھیانوے، چھیانوے صفحات کے ہیں، جب تک یہ تفسیر نصاب میں شامل تھی، اس کے ترجمے بھی مارکیٹ میں ملتے تھے، اب دیوبند کے تجارتی کتب خانوں میں یہ ترجمہ بھی نایاب ہے۔

ترجمہ تفسیر خازن:......حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی زیدمجدہ استاذِ حدیث ومدیر رسالہ دارالعلوم دیوبند نے اپنے ''مقالاتِ حبیب'' (۷۶۱) میں تفسیر خازن کے ترجمے کا ذکر فرمایا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے مفتیِ اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے؛ مگر کوشش کے باوجود وہ ترجمہ نظر نواز نہ ہوسکا؛ اس لیے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ اعلم

ترجمہ تفسیر طنطاوی:......علامہ طنطاویؒ کی تفسیر بھی اہلِ علم کے نزدیک نظرِ اعتبار سے دیکھی جاتی ہے، حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کے فرزندارجمند جناب سید احمد خضر شاہ صاحب زیدمجدہٗ نے راقم الحروف کو بتایا کہ والد صاحب نے تفسیر طنطاوی کا ترجمہ بھی شروع فرمایا تھا؛ لیکن وہ مکمل نہ ہوسکا، تجارتی کتب خانوں میں تو نایاب ہے ہی، خود ان کے پاس بھی نہیں ہے؛ البتہ حضرت مولانا احمد رضا صاحب بجنوری دامت برکاتہم کے کتب خانہ میں اس کے دو یا تین اجزاء کو انھوں نے دیکھا ہے، واللہ اعلم بالصواب

تفسیر مظہری:......حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی یہ تفسیر، اسلامی کتب خانہ کی بڑی قیمتی متاع ہے، محدثِ کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ: ''شاید ایسی تفسیر بسیطِ ارض میں نہ ہو'' (روایت: حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ) حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنے پیرومرشد کی طرف نسبت کرکے اس کا نام ''تفسیر مظہری'' رکھا، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''اگر اللہ تعالیٰ نے کسی تحفے کا مطالبہ فرمایا تو میں ''ثناء اللہ'' کو پیش کردوں گا۔'' حضرت مرزا صاحب اپنے مریدوں میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے، آپ کو ''عَلَمِ الہدیٰ'' کے لقب سے یاد فرماتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ موصوف کو ''بیہقیِ وقت'' کہتے تھے، آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے باقاعدہ علم حاصل کیا ہے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی تصانیف تیس سے زائد ہیں، ان میں سے دو کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، ایک تو یہی تفسیر ہے اور دوسری ''مالابدمنہ'' (فارسی) اس تفسیر کے بارے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ تفسیر بہت سادہ اور واضح ہے اور اختصار کے ساتھ آیاتِ قرآنی کی تشریح معلوم کرنے کے لیے نہایت مفید، انھوں نے الفاظ کی تشریح کے ساتھ متعلقہ روایات کو بھی کافی تفصیل سے ذکر کیا

ہے اور دوسری تفسیروں کے مقابلے میں زیادہ چھان پھٹک کر روایات لینے کی کوشش کی ہے۔"

(معارف القرآن:۱/ ۵۸)

مسائل اور دلائل میں حنفی نقطۂ نظر کی ترجمانی نہایت ہی سلیقہ سے کی گئی ہے، برِصغیر میں چوں کہ زیادہ تعداد احناف ہی کی ہے؛ اس لیے اس تفسیر کو اہلِ علم کے درمیان بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔

اردو ترجمے: راقم الحروف کے محدود علم واطلاع میں عربی زبان کی تفسیروں میں سب سے زیادہ اسی تفسیر کے ترجمے ہوئے ہیں، میری رسائی چار ترجموں تک ہوسکی ہے:

(الف) ترجمہ جناب محمد یعقوب بیگ، مدیر رسالہ "کاشف العلوم"

(ب) ایک نامعلوم مترجم کا ترجمہ

(ج) ترجمہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ شیخ الحدیث، دارالعلوم وقف دیوبند۔

(د) ترجمہ مولانا سید عبدالدائم صاحب الجلالی رحمۃ اللہ علیہ۔

ترجمہ مظہری، از، جناب محمد یعقوب بیگ:...... یہ ترجمہ تین جلدوں پر مشتمل ہے، تینوں جلدوں کے صفحات کی تعداد پانچ سو نو (۵۰۹) ہے، تیسری جلد دوسرے پارے تک کے ترجمہ کو شامل ہے، اس کی اشاعت "مطبع انوری دہلی" کے ذریعہ عمل میں آئی ہے، تاریخِ طباعت ۱۳۲۶ھ درج ہے، اس ترجمہ کی زبان بھی مناسب ہے؛ البتہ ایک صدی سے زائد عرصہ گذر جانے کی وجہ سے قدامت آگئی ہے، پھر بھی قابلِ قدر ہے۔

ایک اور ترجمہ:...... دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں ایک ترجمہ ہے، جس پر مترجم کا نام لکھا ہوا نہیں ہے؛ لیکن تقابلی نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ ترجمہ بھی جناب محمد یعقوب بیگ مدیر رسالہ "کاشف العلوم" کے ترجمہ سے ملتا جلتا ہے، بعض جگہ تعبیرات کا فرق ہے؛ لیکن بہت زیادہ نہیں، راقم الحروف کے خیال میں دونوں ترجموں کے مترجم ایک ہی شخصیت ہیں اور شاید الگ ایڈیشن تیار کرنے میں کچھ حذف واضافہ کیا گیا ہے، اس ترجمہ کے شروع یا اخیر میں لوح یا فہرست وغیرہ نہیں ہے کہ حتمی طور پر کچھ کہا جاسکے؛ البتہ اخیر میں "ترقیمہ" ہے، جس میں ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ درج ہے، اس سے اوّل الذکر ترجمہ سے پہلے کی طباعت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

نامعلوم مترجم کا ترجمہ مظہری:...... یہ ترجمہ بھی دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں ہے، بڑی تقطیع پر مطبوع ہے، طباعت "لیتھو" کی ہے، صفحات کی تعداد ایک سو پندرہ (۱۱۵) ہے، یہ ترجمہ جناب سید محمد عبدالمجید اور سید محمد یامین کے زیر اہتمام "مطبع شمس الانور" میرٹھ سے شائع ہوا ہے، مسودہ کی کتابت جناب نصرت علی میرٹھیؒ نے کی ہے اور ٹائٹل کی کتابت اثر میرٹھی کی ہے، یہ جلد ایک پارہ کے ترجمے کو شامل ہے، ویسے فہرست میں چوتھے پارہ تک ترجمہ کی طباعت کی صراحت ہے اور ساتھ ہی سب کی قیمت بھی درج ہے اور پانچویں، چھٹے اور ساتویں پارہ

کے زیر طبع ہونے کا اعلان ہے۔

ترجمہ قابلِ اعتماد اور معیاری معلوم ہوتا ہے، ترجمہ کی زبان اور رسم الخط نیز کاغذ وطباعت سے ایک صدی سے زیادہ قدامت نظر آتی ہے، مترجم کی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہیں کیا گیا ہے، بس اصل عربی میں قاضی صاحبؒ نے جتنا کچھ لکھا ہے، بس اس کو ہی اردو کا جامہ پہنا دیا گیا ہے، اس ترجمہ میں آیات کو کافی جلی، ترجمہ کو اس سے خفی اور مفسر کے حاشیہ کے ترجمہ کو اس سے باریک خط میں لکھا گیا ہے۔

''ترجمہ مظہری''، از: مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ:...... حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی تفسیروں کے ترجمے اور ان کی طباعت واشاعت کا پروگرام بنایا تھا، لیکن نہ جانے کیوں ''ابن کثیر'' کے علاوہ کسی تفسیر کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا؟ مرحوم نے تفسیر مظہری کا ترجمہ بھی بڑے ہی آب وتاب سے شروع فرمایا تھا، اس کا پہلا حصہ چھیانوے صفحات پر مشتمل ہے، اس کی اشاعت ''مکتبہ ندائے قرآن دیوبند'' کے ذریعہ عمل میں آئی، اس میں بھی ترجمۂ آیات کے لیے حضرت تھانویؒ کا ترجمہ منتخب کیا گیا ہے، مولانا مرحوم کے ترجمہ کی زبان بہت عمدہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ زبان وبیان کے بادشاہ تھے، تعبیر کی جدت، استعارہ کی کثرت اور افسانوی طرزِ ادا کے وہ بے مثال ادیب تھے، اس ترجمہ پر حواشی بھی نہایت عمدہ اور مفید تحریر فرمائے ہیں، طباعت کی تاریخ جون ۱۹۶۰ء درج ہے اور ''ترقیمہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''الحمد للہ! کہ آج ۵ر رجب المرجب ۱۳۷۹ھ بروز سہ شنبہ بوقت ۱۲ر بجے دن میں ''تفسیر مظہری'' کا پہلا جزء ترجمہ ہو کر ختم ہوا، وذلک من فضل اللہ'' درمیان میں اپنے اور والدین کے لئے مغفرت ورحمت کی دعاء ہے، پھر ''انظر شاہ الکشمیری، خادم التدریس بدار العلوم دیوبند'' رقم ہے۔

''ترجمۂ مظہری'' از مولانا سید عبد الدائم الجلالیؒ:...... ''تفسیر مظہری'' کا یہی ترجمہ اپنی مکمل شکل میں راقم الحروف کی نگاہ سے گزرا اور یہ ہندو پاک کے تجارتی کتب خانوں میں موجود بھی ہے، دیوبند کے ''زکریا بک ڈپو'' نے لاہور پاکستان کے ''دار الاشاعت'' والے مطبوعہ نسخے کا فوٹو لے کر شائع کیا ہے۔

شروع کے دو صفحات میں تفسیر اور مفسر کا تعارف ہے، پھر فہرست مضامین ہے، اس میں سارے مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے، ترجمہ کی زبان نہایت عمدہ اور رواں دواں ہے، مترجم کا مکمل تعارف حاصل نہ ہو سکا، ایک جگہ صرف ''رفیق ندوۃ المصنفین دہلی'' لکھا ہوا دیکھا، ترجمہ پڑھنے سے شخصیت وقیع معلوم ہوتی ہے، مترجم کی طرف سے مفید حواشی کا اضافہ بھی ہے، جو قارئین کے لیے متاعِ گراں مایہ ہے؛ غرض یہ کہ یہ ترجمہ راقم الحروف کے نزدیک سب سے عمدہ اور مکمل ہے، کتابت کمپیوٹر کی اور طباعت آفسیٹ کی ہے، آیاتِ قرآنی کو ہندو پاک کے مروجہ رسم الخط میں اور ترجمہ کو قوسین کے درمیان لکھا گیا ہے۔

☆......☆......☆